عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماهنامه
صفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء

Reg No. P476

جلد: شش دھم

شمارہ: ۳

فہرست

فی شمارہ : 20/- روپے

سالانہ بدل اشتراک : 250/- روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

physiologist72@hotmail.com | www.darwaish.org | akhun82@gmail.com

اداریہ

قادیانیوں کے حلف نامے میں جو تبدیلی لائی گئی اور مختلف مراحل (Forms) سے گزر (Pass) کر آخری مرحلے میں اللہ کے فضل اور عوام کے شور شرابے سے رکی یہ بات پاکستان کی تاریخ کا ایک عظیم سانحہ ہے۔ اِس موقع پر حیرت اِس بات پر ہوئی کہ پنجاب کے صوبے کا وزیرِ قانون رانا ثناء اللہ، جس کو قانون و آئین کی مہارت ہونی چاہیئے اور قانون اور آئین کی پاسداری اور حفاظت جس کے ذمہ تھی، اُسی نے کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ قادیانی کافر نہیں ہے۔ اُس کی مزید بے احتیاطی کہ وہ قادیانیوں کے چینل میں انٹر وویو کے لئے بھی چلا گیا۔ وہ قادیانی جن کے جھوٹے پیغمبر کی کتابوں میں مسلمانوں کو اور رانا ثناء اللہ کو (اگر یہ قادیانی نہ ہو) واضح طور پر کافر لکھا ہوا ہے۔ اِس سے بڑھ کر یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ جو مرزا کو نبی نہ مانے وہ کافر اور بدکار عورتوں کی اولاد ہے۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی جس کا تذکرہ اِن لوگوں کے بیانوں میں آتا رہا وہ یہ تھا کہ قادیانی اقلیت ہیں اور ان کی اقلیت کے حقوق ہیں۔ معاف کیجئے! کافر اقلیت ہوا کرتے ہیں، مرتد اُن باغیوں میں ہوتا ہے جس کو اسلامی حکومت نے اسلام میں واپس آنے کا تین دن کا نوٹس دینا ہوتا ہے جبکہ زندیق وہ کافر ہوتا ہے جو اپنے کفر کو اسلام کہہ کر پیش کر رہا ہو، اس کے لئے اسلامی مملکت میں رہنے کی ایک دن کی گنجائش بھی نہیں ہوتی ہے۔ اگر مملکت سے باہر ہو تو اُس کے بارے میں ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ کا فیصلہ ایک نمائندہ مثال ہے۔ کیپٹن صفدر کے بیان سے جو پارٹی کی ساکھ بحال ہونے کے حالات ہوئے تھے، پارٹی کے ذمہ داروں سے اُس کی تردید ہونے پر وہ بات ختم ہو گئی۔ ممتاز قادری کی پھانسی اور اس واقعہ کے بعد مسلم لیگ اپنی ساکھ کھو چکی ہے۔ پارٹی میں اتنا شعور اور جان نظر نہ آئی کہ ان گندے انڈوں کو باہر پھینک کر پارٹی کو دوبارہ منظم کیا جاتا، اب ان میں یہ شعور آئیندہ الیکشن میں عوام کا تھپڑ ہی پیدا کرے گا۔

دینی پارٹیوں سے یہ عرض ہے کہ ایسے موقع پر آنکھیں بند کر کے رنجیت سنگھ کی طرح ''آ منجور، آنا منجور'' نہ کیا کریں۔ ایجنڈے کی انگریزی کا ترجمہ کرا کے اِس کو پوری طرح پڑھا کریں۔ عموماً سیاسی میدان میں آئے ہوئے علماء علمی لحاظ سے کمزور ہیں۔ اس سلسلے میں ان کو پختہ علم والے علماء سے مشورہ بھی کرنا چاہیئے، مزید یہ کہ قانونی ماہرین سے مشاورت کر کے اپنے آپ کو پوری طرح تیار کرنا چاہیئے۔ خدانخواستہ اس طرح کے فیصلے مستقبل میں چلتے گئے تو اسلامی لحاظ سے پورے ملک کو کڈھے میں گرانے کے حالات ہو جائیں گے۔

مختلف پارٹیوں کے ساتھ اتحاد میں دینی پارٹیوں کو اتنا آگے بڑھنا نہیں چاہیئے کہ جس سے دینی احکامات ہی قربان ہو جائیں۔ جیسے پرویز مشرف کے اقتدار میں ''این آر او'' پر دینی پارٹیوں نے دستخط کر لیا۔ جس کی وجہ سے قاتل، ڈاکو، چوراچکے سب معاف ہو گئے، یہ دستخط گناہ کبیرہ تھا اس چیز کے بارے میں ہی تو حدیث میں آیا ہے کہ ''مجرم کی سزا کے راستے میں جو رکاوٹ بنے گا وہ ردغۃ الخبال میں قید کیا جائے گا''۔ ردغۃ الخبال جہنمیوں کا خون اور پیپ ہے۔ موجودہ فیصلہ دراصل عدالت سے نااہل سابق وزیر اعظم کو پارٹی کی صدارت کا اہل بنانے کے ہڑبونگ میں ہوا۔ دشمن کو اندزاہ تھا کہ ایک غلطی پر تو دینی لوگ دستخط کرنے والے ہیں لاؤ ساتھ ان باتوں کو بھی شامل کر لیں۔ یاد رکھیں! ہمارے اکابر نے وزارتوں کے حصول کے لئے کبھی سیاست نہیں کی، بلکہ سیاست کے شعبے میں عوام کی دینی رہنمائی کے لئے اور آئینِ پاکستان کے دینی اساس کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو موجود رکھنے کے لئے کی ہے۔ چنانچہ جس وقت بھی انھوں نے دین کے مسائل اور کفر اسلام کی تفریق میں آواز اٹھائی ہے تو اُس وقت سارے ملک کے عوام اپنی پارٹیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہمارے اکابرین کے پیچھے صف آراء ہوئے ہیں۔ اور یہی بات پاکستان کے عوام کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

☆☆☆☆☆

ایک مجلس

(بعد از نماز فجر بروز پیر ۵ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۸ اگست ۲۰۱۷ء۔ضبط وترتیب: مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب مدظلہٗ)

شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ میں ہماری خانقاہ میں صبح کی نماز کے بعد فضائل حج مؤلفہ (حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریاؒ کی تصنیف) سے تعلیم ہوتی ہے۔کل بروز اتوار کسی نے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کو مفتی ذاکر حسن صاحب کی کتاب ''رہنمائے طب'' جو کہ انہوں نے تقریظ لکھنے کی غرض سے حضرت کی خدمت میں بھیجی تھی ، دے دی۔حضرت نے اس خیال سے کہ کتاب جلد سنی جائے اور تقریظ جلد لکھی جائے، عشاء کی تعلیم بھی اس کتاب سے کرائی اور صبح کی نماز کے بعد بھی یہی کتاب پڑھوائی۔جس جگہ حضرت کو کوئی بات قابل تصحیح نظر آئی وہاں حضرت نے نشانات لگوائے۔تعلیم کے بعد جب درود شریف اور استغفار کی تسبیح پڑھی گئی تو ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ اس کتاب میں "Cosmetic Surgery" کو ناجائز بتایا گیا ہے۔حالانکہ بعض سرجری جیسے کہ Cleft Lip اور Cleft Palate کی سرجری ہے۔خصوصاً خواتین کیلئے تو ضروری ہوجاتی ہے۔اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں فقہ کی کتابوں میں ہے کہ خاوند صرف دو باتوں پر بیوی کو مارسکتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے پر اور دوسرے میلی کچیلی رہنے پر (یعنی کہ عورت کے لئے خصوصاً جبکہ وہ شادی شدہ ہو خاوند کے لئے زیب و زینت اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔راقم) لیکن یہ مارنا کوئی ہڈی توڑنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ ہری پتلی شاخ سے مارنا ہوتا ہے۔اس پر ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے پوچھا کہ حضرت بدزبانی پر (مار سکتے ہیں)۔اس پر حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔مزید فرمایا کہ اکثر خواتین دوسرے لوگوں کے درمیان خوش اخلاق مشہور ہوتی ہیں لیکن اپنے خاوند کے لئے انہوں نے لغت کے تلخ ترین الفاظ کا انتخاب کیا ہوا ہوتا ہے۔کہ خاوند سے جب بھی بولیں گی تلخ ترین الفاظ کا استعمال کریں گی۔

کتاب کی تعلیم میں یہ بات بھی آئی تھی کہ مریض کو چاہئے کہ ڈاکٹر سے سہواً یا غفلت کی وجہ سے جراحی (علاج) میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو ڈاکٹر کو معاف کردے۔اس پر حضرت نے فرمایا کہ غفلت

سے اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو وہ تو معاف نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پھر تو آئندہ کے لئے ڈاکٹر کی اصلاح نہیں ہوگی اور آئندہ بھی مریضوں سے غفلت برتتا اور کوتاہی کرتا رہے گا۔ مزید قریب واقع ایک ہسپتال کا ذکر کیا جہاں ایک مشہور میڈیکل سپیشلسٹ ڈاکٹر ہر مریض کو ایک ہی قسم کا نسخہ تقریباً ۵ یا ۶ ہزار کا لکھتا ہے اور پھر بھی بیوقوف مریض اس کے پاس جاتے ہیں۔ (جس کا بظاہر کوئی سبب اس کے علاوہ نظر نہیں آتا کہ اس ڈاکٹر صاحب نے ان کمپنیوں والوں سے پیسے لئے ہیں۔ تب ان کی دوائی ہر ایک کو بلا ضرورت لکھتے ہیں)

ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے اپنے موبائل پر بھیجے گئے ایک پیغام کا ذکر کیا جس میں ہے کہ پاکستانی تاجر حضرات ایک چینی تاجر کے پاس گئے اور اس کو خراب اور ناقص سامان تیار کرنے کی فرمائش کی۔ فرمائش سننے کے بعد چینی تاجر نے ان پاکستانی تاجروں کے سامنے مقامی تیار شدہ کھانا کھانے کے لئے رکھا تو ان تاجروں نے کہا کہ ہم نہیں کھا سکتے اس لئے کہ یہ ہمارے مذہب میں حرام ہے اس پر تاجر نے کہا کہ کیا وہ فرمائش جو اس سے پہلے تم لوگوں نے کی وہ تمہارے مذہب میں حلال ہے؟ حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ اسی پیسوں سے پھر یہ آدمی حج اور عمرے کے لئے بھی جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے ڈاکٹر گوہر زمان صاحب کے ساتھ ان کے کلینک پر بطور چپڑاسی کام کرنے والے آدمی کا ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ جب میں گھر کے لئے پھل خریدتا ہوں تو یہ چپڑاسی اکثر مجھ سے زیادہ خریدتا ہے۔ تو ایک دن اس نے چپڑاسی سے پوچھا کہ تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آجاتے ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ جب آپ مریض کو نسخہ لکھتے ہیں تو میں وہ نسخہ صرف ایک خاص سٹور والے کے پاس بھیجتا ہوں بعد میں وہ مجھے اس میں کمیشن دیتا ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے منع کیا کہ ایسا مت کرو میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب اس میں کیا خرابی ہے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ مت کرو ورنہ اولاد تمہاری بے حیا اور دلّی ہو جائے گی۔ (جو الفاظ ڈاکٹر گوہر زمان صاحب نے پشتو میں استعمال کئے تھے وہ بہت زیادہ گندے تھے اور ہمارے رسالے کے معیار سے نیچے کی سطح کے تھے اس لئے نقل نہ کر سکا)۔ اس آدمی نے کہا کہ گوہر زمان صاحب کی باتوں کا میرے دل پر اثر ہوا اور میں

نے وہ کام چھوڑ دیا۔ (قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کو حلال رزق کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ یعنی کہ اگر چاہو کہ نیک عمل کر سکو تو حلال کھاؤ۔ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بچے نیک ہوں لیکن اس کے لئے حلال کمائی شرط ہے۔ اس بات کو ہم بھول جاتے ہیں۔ راقم)۔ کمائی کے کردار پر اثرات کے بارے میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے علاقے میں بس میں سفر کر رہا تھا۔ بس میں کالج کی کچھ طالبات بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک طالبہ نے بھرے بس میں اپنا ہاتھ پیچھے سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ فلاں کی پوتی ہے۔ واقعی اس کے دادا نامی گرامی پرہیز گار آدمی تھے۔ میں نے پوچھا، کہ یہ حاجی صاحب کے فلاں بیٹے کی بیٹی ہے جس نے حکومتی محکمے میں بہت بڑا گھپلا کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہاں یہ اس کی بیٹی ہے۔ یہ تھے اثرات حرام روزی کے۔ ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے اپنے ایک ساتھی ڈاکٹر فضل غنی صاحب کا تذکرہ کیا کہ اس نے مجھے بتایا کہ میں جاپان میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی والے نے مجھے لے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ اُس گاڑی کی باری ہے اس میں بیٹھ جاؤ۔ میں اس میں بیٹھ گیا۔ جگہ پر پہنچنے کے بعد میں نے اس گاڑی والے کو زیادہ پیسے دیئے تو اس نے اُتنے ہی لئے جتنے اس کے بنتے تھے اور باقی واپس کئے۔ اور مجھ سے کہا کہ (We earn, we never beg) کہ ہم کماتے ہیں بھیک نہیں مانگتے۔ ڈاکٹر فضل غنی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جاپان کی یونیورسٹی میں میں اپنے ساتھ چھتری لے گیا۔ وہاں چھتریاں رکھنے کیلئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے۔ واپسی پر میں چھتری لانا بھول گیا۔ اور پاکستان آ گیا۔ ایک سال بعد دوبارہ گیا تو میری چھتری اسی جگہ پر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر تم دیکھو کہ اہل کفر ترقی پر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ انھوں نے مسلمانوں کی کچھ صفات اپنائی ہوئی ہیں۔ اور اگر تم دیکھو کہ مسلمان پستی کی طرف جا رہے ہیں تو ضرور انھوں نے کفار کی کچھ صفات اپنائی ہوئی ہیں (کیونکہ اصل میں تو کفر پستی اور پسماندگی کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح کہ اسلام عروج اور ترقی کے ساتھ خاص ہے۔ راقم)

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے جاپان سے دانتوں کے امراض کے سلسلے میں تخصص کرنے

والے ایک ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ کیا کہ اس نے بتایا کہ میرے جاپانی استاد نے مجھے بتایا کہ صبح ساڑھے ساتھ بجے کام شروع کریں گے میں تو اپنے ملک یعنی پاکستان کا عادی تھا میرا خیال تھا کہ ساڑھے سات سے مراد کم از کم آٹھ بجے تو ہوں گے۔ خیر اپنے پر جبر کر کے میں ساڑھے سات بجے پہنچ گیا لیکن پتہ چلا کہ ساڑھے سات تو کام شروع کرنا تھا۔ پہنچنا کم از کم سوا سات تک تھا کہ کپڑے تبدیل کرتے اور تیار ہوتے ہوتے ساڑھے سات تک کام کیلئے تیار ہوتے۔ میرے استاد نے ادھر موجود لوگوں کو بتایا تھا کہ جب یہ پاکستانی آئے تو اسے میرے پاس بھیج دینا۔ جب میں چلا گیا اس پر استاد نے پوچھا۔ Why are you late? (تم دیر سے کیوں آئے ہو؟) میں نے پاکستانی جواب دیا کہ The bus was late. یعنی کہ بس دیر سے پہنچی۔ اس پر استاد نے کہا کہ The bus is never late in Japan. یعنی کہ جاپان میں بس کبھی بھی دیر سے نہیں آتی۔ بلکہ ہمیشہ وقت پر آتی ہے اور اس کی بات بالکل صحیح تھی۔ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے اپنے ساتھی ڈاکٹر سلطان زیب صاحب جو کہ جاپان سے پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں کا واقعہ سنایا کہ میں نے ادھر دیکھا کہ جب ڈیوٹی کا سرکاری وقت ختم ہو جاتا تھا اور اس شعبے کا انچارج بیٹھا ہوتا تو وہ لوگ نہ اٹھتے اس کے ساتھ بیٹھے رہتے جبکہ میں اٹھ کر چلا جاتا ایک مرتبہ میں نے مقامی لوگوں سے پوچھا کہ وقت ختم ہونے پر تم چلے کیوں نہیں جاتے تو انہوں نے بتایا کہ وقت ختم ہونے کے بعد بھی جب تک بڑا بیٹھا رہے دوسروں کا چلا جانا آداب کے خلاف ہے۔ اور اگر سخت ضرورت ہو تو بڑے کی نظر سے بچ کر جاتے ہیں۔ اور اس کے سامنے اس طرح نہیں جاتے کہ وہ ہمیں دیکھ لے۔ ڈاکٹر سلطان زیب صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ میں اب تک کیا کرتا رہا ہوں۔ جاپان میں اپنے قیام اور اس کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سلطان زیب صاحب نے بتایا کہ امانت و دیانت میں ادھر سیکھ کر آیا ہوں۔

مجلس میں موجود فرخ صاحب نے ہر مریض کو پانچ چھ ہزار کا نسخہ دینے والے ڈاکٹر کا دوبارہ ذکر کیا۔ تو حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ جب تک ہمارے مرید ڈاکٹر سفیر صاحب زندہ تھے تو ان کے مریض اس ڈاکٹر صاحب سے زیادہ ہوتے تھے۔ اس پر فرخ صاحب نے کہا کہ سفیر صاحب تو

بہت ہی اچھے ڈاکٹر تھے۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ ہم تو اب مریض کو ڈاکٹر مسعود الرحمان صاحب پروفیسر آف میڈسن جو کہ نصیر ٹیچنگ ہسپتال میں بیٹھتے ہیں کے پاس بھیجتے ہیں۔ بعض اوقات میرے بھیجے ہوئے مریض کو دیر ہو جاتی ہے۔ تو انتظار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ میرا بھیجا ہوا مریض پہنچ جائے اور اس کو دیکھ لیں۔ مزید فرمایا کہ گھر کا مریض ہو تو گھر پر آجاتے ہیں اور گھر پر ہی دیکھ لیتے اور نسخہ لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اس پر بھی گھر والے کہتے ہیں کہ ہمارا کچھ خیال نہیں، ہمیں کسی اچھے ڈاکٹر کو نہیں دکھاتے (یعنی ڈاکٹر مسعود الرحمان صاحب کی سادگی اور عاجزی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی امیر صاحب ہیں، سپشلسٹ ڈاکٹر نہیں۔ راقم) ڈاکٹر مسعود الرحمان صاحب کے بارے میں مزید فرمایا کہ اپنے بیٹے کے مسئلے کے سلسلے میں میرے پاس آئے تھے۔ تو میں نے سوچا کہ آدمی خدمتِ خلق والا ہے۔ اس کا کام ویسے بھی ہو جائے گا میری دعا بہانہ بن جائیگی۔ بعد میں ڈاکٹر مسعود الرحمان صاحب نے خود بتایا کہ شاید فیصلہ لکھتے وقت جج Not allowed کی جگہ Allowed لکھ گیا۔ یعنی اس آدمی کو اجازت نہیں ہے کے بجائے اجازت ہے لکھ گیا اور ہمارا کام ہو گیا۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ بعض لوگ میری مجلس میں کسی اپنی پریشانی کے بارے میں دعا کرانے کیلئے آتے ہیں اور ان کی فریاد اور زاری کی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے تو دعا ضرور قبول ہوگی خود اپنے لئے بھی دعا کروں کہ ان کی وجہ سے وہ بھی قبول ہو جائے گی۔ چنانچہ میں ہاتھ اٹھاتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔

حضرت نے مریضوں کے بارے میں فرمایا کہ بعض مریض بھی بیوقوف ہوتے ہیں ان کی تسلی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ ان کے غیر ضروری ٹیسٹ نہ کئے جائیں۔ بعض ڈاکٹر تو کمیشن لیتے ہیں اور لیبارٹری والوں سے کہتے ہیں کہ تم صرف مہر لگایا کرو، ٹیسٹ مت کیا کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے تعلق والے ڈاکٹر لیبارٹری والوں سے کمیشن بالکل نہیں لیتے بلکہ ان سے کہتے ہیں کہ جو غریب مریض آئیں ہم ان کو مفت دیکھیں گے، آپ ان کا مفت ٹیسٹ کر لیا کریں۔ بس یہی ہمارا کمیشن ہے اور اس کا ثواب تم کو بھی ملے گا۔ ڈاکٹر سفیر صاحب بھی یہی کرتے تھے اور ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب بھی ایسا ہی

کرتے ہیں۔ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ادویات کی ایک کمپنی والوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور درخواست کی کہ ہماری فلاں فلاں دوائی لکھ دیا کریں۔ میں نے کہا کہ اگر مریض کو ضرورت ہوگی تو لکھ دیا کروں گا۔کچھ مدت کے بعد وہ لوگ آئے اور مجھے بتایا کہ ہم نے تمام سٹور والوں سے پوچھ لیا ہے۔آپ نے تو کسی مریض کو ہماری دوائی نہیں لکھی۔ میں نے ان سے کہا کہ شکر ہے اس دوران میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا ہے۔وہ سارے ٹھیک ہوگئے اور آپ کی دوا کے بغیر ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ آپ کی دوا ضروری نہیں تھی۔اس پر وہ لوگ چپ ہو گئے۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک سرکاری افسر جس نے ایک پوسٹ پر ایک گولڈ میڈلسٹ آدمی کو نہیں لیا اور عام نمبروں سے پاس ہونے والے آدمی کو لے لیا۔جس کی وجہ سے اس گولڈ میڈلسٹ آدمی نے تو خودکشی کی اور میرٹ کے خلاف لئے گئے آدمی نے جو بیس لاکھ کا گھپلا کیا۔بھرتی کرنے والے سرکاری افسر اہل تصوف تھے اور ان کو خلافت بھی ملی ہوئی تھی۔

شہزادہ حاجی صاحب نے خیبر ٹیچنگ ہسپتال کے باہر سفید ڈھیری والوں کی جو ایک مشہور ادویات کی دکان ہے کے بارے میں بتایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک مریضہ کے لئے غلطی سے ڈاکٹری نسخہ کے خلاف دوسری دوائی دی جو کہ اس کو انجکشن کے ذریعے لگائی گئی اس سے مریضہ کی موت واقع ہوئی۔ پھر اُس مریضہ کے لواحقین نے سٹور والوں سے پچاس لاکھ کا تاوان لیا۔حضرت نے فرمایا کہ ہم تو اس سٹور والوں سے دوائی نہیں لیتے ہم مروت سٹور والوں سے لیتے ہیں۔(یہ لوگ تبلیغی بزرگ ہیں۔راقم) اور ایک دفعہ ایک ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ مریض کو نسخہ لکھتے ہوئے مجھ سے غلطی ہوئی اور میں نے ایک خطرناک دوا لکھ دی۔ مجھے رات کو نیند نہیں آرہی تھی کہ مریض چلا گیا تھا اور اس سے اب رابطہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔چند دن بعد وہ مریض صحیح سلامت میرے پاس آیا۔میں نے اس سے اس نسخہ کے بارے میں پوچھا۔تو اس نے بتایا کہ میں مروت میڈکل سٹور گیا تھا۔انہوں نے جب یہ دوا (وہ خطرناک دوا۔راقم) نسخہ میں دیکھی تو مریض کو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب یہ دوا بھی لکھتا ہے اور اس کی جگہ صحیح دوا اُن کو دے دی۔ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میں بڑا خوش ہوا کہ ان لوگوں نے مریض کو خطرناک دوا سے بچایا۔

ڈاکٹر ناصر شاہ صاحب نے بتایا کہ مجھے ایک مرتبہ Distilled Water کی ضرورت تھی۔ وہ ایک مشہور سٹور والوں سے لی انہوں نے اس کی جگہ مجھے Transamine کا انجیکشن دیا۔گھر جا کر دیکھا تو پتہ چلا۔ واپس لے آیا۔حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب سے پوچھا کہ واپس لاکر آپ نے سٹور والوں کو بتایا کہ آپ نے یہ غلطی کی ہے۔اس نے جواب دیا کہ ہاں بتایا۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب دوا خریدنے والوں کا مجمع زیادہ ہو جائے۔تو غیر ڈسپنسر سیلزمین اس طرح کی غلطیاں کرتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے ایک مفتی صاحب کا بھی ذکر کیا جس کو کہ حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ نے خلافت دی تھی۔ کہ اس مفتی صاحب کی کسی سے نہ بنی اور کسی کے ساتھ بھی اس کا گزارہ نہ ہوسکا نہ کسی مدرسے میں مدرس بن سکے نہ کسی مسجد میں امام بن سکے۔جس کی وجہ سے معاشی پریشانی بھی اسے ہمیشہ رہی۔حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ چونکہ یہ مفتی صاحب پاکستان میں قیام پذیر تھا۔تھوڑا وقت اس مفتی صاحب نے حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے ساتھ گزارا اور حضرت نے بڑی جلدی ان کو خلافت دے دی۔حضرت نے فرمایا کہ آج کل امانت اور دیانت کے تذکرے نہیں ہیں اس وجہ سے یہ حالات ہیں۔ راقم عرض کرتا ہے کہ جب امانت اور دیانت جیسی بہت ہی ضروری اور اہم ایمانی صفات کا تذکرہ ہی نہیں ہوگا تو ان بہت ہی ضروری ایمانی صفات کے حصول کا جذبہ کس طرح پیدا ہوگا؟ اور جب یہ صفات امت کے دینداروں میں بھی نہیں ہوں گی تو پھر تو دین کے ہر شعبے میں وہ بگاڑ آئے گا جس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ ہمارے اکابر تو امانت اور دیانت کے گویا پہاڑ تھے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر آدمی اپنے ایمان کا امتحان کرنا چاہے تو یہ امتحان عبادات سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جب تک معاملات میں مسلمان امانت اور دیانت پر پکا نہ ہو جائے اسے سمجھنا چاہیے کہ وہ بہت ہی ضعیف ایمان کا مالک ہے۔اور اس کا ایمان ہر وقت خطرہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت صاحب مدظلہ کے نام ایک خط

(بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) حضرت فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہ، کراچی)

برادرِ مکرم جناب ڈاکٹر فدا محمد اعزّ کما اللہ فی الدارین!　　السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھیں اور نئی نسل کو دین سے قریب لانے اور اُن کے تزکیہ وتربیت کی پوری توفیق دیں۔ آمین۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ایک عرصۂ دراز تک اپنے طبی مشغلہ کے ساتھ اپنی اصلاح اور روحانی تربیت حاصل کرنے کی جو توفیق عطا فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل وکرم ہے۔ **والحمداللہ رب العٰلمین۔**

اور پھر ان کے سلسلہ کی ترویج واشاعت یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ **اللّٰھم زد فزد۔**

آپ کے ایک مُریداور خلیفہ عزیز احمد صاحب میرے قیامِ راولپنڈی کے دوران آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ میں کئی سال ان کی خدمت میں رہا ہوں اور ان سے تربیت حاصل کی ہے تو مجھے اس سے بڑی مسرت ہوئی، ساتھ ہی انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں آپ (فیوض الرحمان) کے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں اس اعتماد پر میں نے بھی انہیں بزرگانِ دینؒ کے چاروں سلسلوں میں اجازت دے دی۔ انہوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اس کی تحسین فرمائی اور جو بلند کلمات میرے بارے میں ارشاد فرمائے حقیقت یہ ہے کہ میں کسی طرح ان کا اہل نہیں تھا یہ آپ کا بندہ کے بارے میں حُسنِ ظن ہے۔ یہ آپ کی عظمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کا مجھے اہل بنائے اور ان کلمات کو میرے حق میں آپ کی مقبول دُعا بنا دے۔ **و ماذٰلک علی اللہ بعزیز۔**

آپ کے سلسلہ کے بزرگ میرے بھی بزرگ ہیں اور ان کی عالی ظرفی اور تربیت کا اثر ہے جس کا مجھ پر بھی بڑا اثر ہوا تھا کہ ''شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا'' کے مصرے نے۔ یہ تو بڑے حضرات کی بات ہے۔ ادھر تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب فقیر ہیں۔

''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ'' (فاطر:۱۵)

حضرت موسیٰؑ کہتے ہیں **''رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ''** (القصص ۲۴)

آپ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں ''اَنَا عَبۡدُکَ الۡبَائِسِ الۡفَقِیۡرہ'' (اَوۡ کَمَا قَال) ہماری اوقات ہی کیا ہے۔ اس کے در کے سائل، بھکاری اور فقیر ہیں۔ بس وہی غنی اور قابلِ تعریف ہے۔

مجھے اپنے وقت کے جن بزرگوں سے بالواسطہ اجازت ہے بغیر اہلیت واستحقاق کے۔ ان میں حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے بڑے خلیفہ قادری سلسلہ میں جون ۱۹۷۴ء، شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ کے تین خلفاء، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سلسلہ کے دو بزرگوں سے، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے پانچ خلفاء سے، اور حضرت سلطان باہوؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ سے قادری سلسلہ میں۔ ان سب کی طرف سے آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ خود بھی استقامت کے ساتھ سنّتِ رسول ﷺ کی پیروی کریں اور دوسروں کو بھی پابندی کرائیں اور میرے لئے حُسنِ خاتمہ کی دُعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کے فیض سے مالا مال کرے۔

اللہ تعالیٰ مبارک کریں اور ان کے فیض کو مزید عام کریں۔ آمین۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفی صاحبؒ نے اپنے ایک مرید جس نے کہا تھا کہ میں آپ کے جوتے اٹھالوں؟ تو فرمایا ''اور جو کوئی اُٹھائے گا پھر تم ہی اُٹھالو''۔ آپ کی محبت کا شکریہ۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بندہ حقیر فقیر

دعا گو/دعا جو

فیوض الرحمٰن

تبصرہ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

یا اللہ حضرت والا جناب مولانا حافظ قاری بریگیڈئر (ریٹائرڈ) فیوالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی یہ تحریر بندہ کے لئے اُس سخت وقت کے لئے کارآمد فرما جب میدان حشر میں نفسا نفسی کا سماں ہوگا۔ یا اللہ اُن کی چاہت اور توقعات کے مطابق بندہ کو کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔

ملفوظاتِ شیخ۔ڈاکٹر فدامحمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۸۷)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب، پشاور)

طریقت اور تصوف:

فرمایا کہ تصوف ظاہری و باطنی شریعت پر عمل کی ترتیب ہے، پوری کی پوری ظاہری اور باطنی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل جس ترتیب پر نصیب ہوتا ہے، اس ترتیب کو طریقت اور تصوف کہتے ہیں۔اس لئے شریعت اصل ہے اور طریقت خادم ہے۔عام طور پر غیر محقق صوفیاء کہتے ہیں کہ پہلے شریعت ہوتی ہے، پھر طریقت ہوتی ہے، پھر معرفت، پھر حقیقت...یہ چار درجے ہیں۔شریعت سے آگے بڑھتا ہے تو طریقت ہے، اس کے بعد معرفت ہے اور اس کے بعد حقیقت ہے۔ایسی بات محققین کی کہی ہوئی نہیں ہے۔سب کچھ شریعت ہے، اس بات کو یاد رکھنا کہ سب کچھ شریعت ہے۔طریقت اس کی خادم ہے۔طریقت کے مجاہدات سے گزرنے کے بعد شریعت کا ایک شعبہ ہے جسے معرفت کہتے ہیں وہ آدمی کو حاصل ہوجاتی ہے۔اور جب آدمی کی معرفت بڑھتی ہے تو پوری شریعت کے ظاہر و باطن، اس کے فوائد، اس کا حاصل کرنا، اس کے اعمال، اس کے اثرات، اس کو جب آدمی جان لیتا ہے، یہ حقیقت ہے۔حقیقت بھی درحقیقت شریعت ہی کا ایک اعلیٰ اور نفیس فہم ہے جس کی وجہ سے آدمی پر چیزیں روشن ہوجاتی ہیں، یہ کوئی علیٰحدہ بات نہیں ہے۔اس بات کو اچھی طرح سیکھ لیں۔بعض لوگ کہتے ہیں یہ عمل طریقت کا ہے، یہ شریعت والوں کو سمجھ نہیں آرہا۔ایسا ہرگز نہیں ہے، اگر وہ عمل ہے تو شریعت ہوگا۔یہ علیحدہ بات ہے کہ آدمی کی نظر اتنی گہری نہ ہو اور اس عمل کو شریعت کی روشنی میں نہ سمجھ رہا ہو، یہ تو ہوسکتا ہے لیکن شریعت سے باہر کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

اصل چیز تو خاتمہ بالایمان ہے:

فرمایا کہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر عبرت آموز واقعات کی ایک کتاب ’ پسندیدہ واقعات‘ کے نام سے لکھی گئی ہے۔اس کے صفحہ نمبر ۱۷۷ پر ایک تاجر نے واقعہ بیان کیا کہ مکہ مکرمہ میں ہم تھے۔ایک عالم کی وفات ہوئی اس کو دفن کیا گیا۔دوسری وفات ہوئی اور لوگ دفن کرنے گئے۔اس زمانے میں ایک قبر میں کئی کئی مردے دفن کرتے تھے۔دوسرے آدمی کو اس قبر میں دفن کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ عالم وہاں نہیں ہے۔اس کے بجائے وہاں ایک لڑکی پڑی ہوئی تھی بہت حسین، یورپی معلوم ہوتی تھی۔سب لوگ وہاں آئے اور انھوں دیکھا۔ایک فرانس کا آدمی بھی آیا ہوا تھا۔اس نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہ عیسائی لڑکی ہے جو مسلمان ہوگئی تھی اور میں نے اس کو دینیات کے چند رسالے پڑھائے تھے۔بیمار ہوکر اُس کا انتقال ہوگیا، میں دلبرداشتہ ہوکر یہاں مکہ مکرمہ چلا آیا۔لوگوں نے کہا کہ اِس لڑکی کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ مسلمان تھی اور نیک تھی لیکن عالم کی لاش کہاں گئی؟ فرانس والے سے کہا کہ تم حج سے واپس جاکر اُس لڑکی کی قبر کو کھود کر دیکھنا۔وہ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر چلا گیا۔آدمی کا آخری راز اس کی گھر والی کے پاس ہوتا ہے۔اس کی ظاہری زندگی میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آرہی تھی۔اس عالم کی بیوی سے لوگوں نے پوچھا تو اس نے ایسے حالات بتائے کہ اندازہ ہوا کہ اس کا ایمان سلب تھا۔عالم تھا، باشرع تھا، پگڑی دستار باندھ کر پھرتا ہوگا، لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوگا لیکن جو حالات بیوی نے بیان کئے ان سے اندازہ ہوا کہ اس کا ایمان سلب تھا۔فرانس والے نے وہاں جاکر دیکھا تو اس لڑکی کی قبر میں وہ عالم پڑا ہوا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ مجھے مدینہ منوّرہ کی موت نصیب ہو اور جنت البقیع کا دفن نصیب ہوں۔یہ بہت بڑی سعادت ہوتی

ہے۔ اللہ والوں نے دعا کی ہے اس کے لئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن خواب دیکھا کہ کچھ آدمی ہیں جو بقیع کے قبرستان سے مُردوں کو اُٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ کہا جو آدمی ایمان سے خالی ہو کر یہاں دفن ہو جاتے ہیں ان کو نکال کر ہم لے جاتے ہیں۔ فرمایا بس فوراً مجھے آگا ہی ہوئی اور دعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ خاتمہ بالایمان فرما، ایمان پر موت نصیب فرما۔ بقیع کا دفن تب مفید ہے جب ایمان پر خاتمہ ہو۔ خاتمہ بالایمان ہی نہ ہو تو بقیع کا دفن بھی مفید نہیں ہے۔

عبداللہ بن اُبی مشہور منافق نے اپنے بیٹے کو وصیّت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو حضور ﷺ سے عرض کرنا کہ میرے جنازے میں تشریف لائیں اور کفن کے لئے مجھے اپنا کُرتہ دیں۔ سارے مطالبے اس کے پورے کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بار بار کہہ رہے ہیں کہ ان کے جنازے میں نہ جائیں۔ آیت نازل ہوئی کہ اگر ستّر بار آپ استغفار مانگیں پھر بھی اللہ بخشنے کا نہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس میں پابندی ستّر مرتبہ تک کی ہے یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی کہ ان کو اللہ بخشنے کا ہی نہیں ہے آپ ان کے جنازے میں کھڑے ہی نہ ہوں۔ وہ حضور کا کُرتہ اپنے اُوپر ڈال رہا ہے اور اپنے جنازے میں آنے کا کہہ رہا ہے لیکن ایمان کی بنیادی شرط ہی جب مفقود ہوگئی تو اس کے بعد پھر حضور ﷺ کا کُرتہ پہن کر بھی اسے فائدہ نہ ہوا۔

صحابیت کیا ہے؟

فرمایا کہ جو قوتِ یقین صحابہؓ کی ہے وہ پھر بعد میں کسی کی نہیں۔ اور جان دینے کا جو جذبہ صحابہؓ کا ہے وہ پھر بعد میں کسی کا نہیں۔ اور دوسرے کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دینا جتنا صحابہؓ کو حاصل ہے بعد میں کم ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ﴿تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک

اس چیز کو قربان نہ کرو جو تمہیں سب سے پیاری ہو﴾ یہ آیت جب نازل ہوئی اور اس کا نزول مستحب کے حکم میں تھا، فرض واجب حکم نہیں تھا لیکن ہر آدمی نے اپنی اپنی جگہ جائزہ لیا اور اس بات کو دیکھا کہ میری سب سے زیادہ محبت کس چیز سے ہے؟ اور جس کو جس چیز سے محبت ہوئی اس کو قربان کر دیا اور آیت پر عمل کر کے دکھا دیا۔ ایک صحابیؓ پچاس ہزار درہم کا باغ دے کر نکلے۔ اس زمانے میں دوسو درہم کا اُونٹ تھا جو کہ آج کل دولاکھ روپے کا ہے۔ تو گویا آج کل کے حساب سے پانچ کروڑ کا ہوا۔ تو پانچ کروڑ کا باغ اس بات پر قربان کر کے نکلے جو اس آیت میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی اللہ پاک کی محبت کے بعد یہ باغ میرے دل میں سب سے زیادہ افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کہتے ہیں کہ میری ایک باندی تھی مرجانہ، مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ آیت جس محبت کو قربان کرنے کا کہہ رہی ہے وہ یہ ہے اس لئے میں نے اسے آزاد کر دیا۔ آزاد کرنے سے آیت پر عمل ہو گیا۔ اس کے بعد میں چاہتا تو اس سے نکاح بھی کر سکتا تھا، پھر یہ خیال ہوا کہ یہ اس سے نفع لینے والی بات ہے لہٰذا دوسری قربانی دی اور اسے بالکل اپنے آپ سے علیحدہ کیا۔ پھر اس کا کسی دوسرے آدمی سے نکاح ہوا۔ کہتے ہیں اس کے جب بچے ہوئے اور جب وہ میرے پاس سے گزرتے تو مجھے ان سے اس کی خوشبو آتی۔ لیکن اس محبت کو اللہ پاک کے تعلق پر قربان کر دیا، یہ صحابیت ہے۔

توحید بولنا تو ہر کوئی کرتا ہے پر توحید برتنا کوئی کوئی کرتا ہے:

فرمایا کہ توحید بولنا تو ہر کوئی کرتا ہے پر توحید برتنا کوئی کوئی کرتا ہے۔ توحید کے بولنے والے تو بہت دلائل دیتے ہیں۔ توحید کو برت کر عملی طور پر اللہ پاک کے حضور اس بات کا مظاہرہ کرے کہ یا اللہ میں کسی کے خوف میں، کسی کے شوق میں، کسی کے رُعب میں، کسی کی

ہیبت میں نہیں ہوں۔ میں یہ سب چیزیں آپ کی ذاتِ ذُوالجلال سے سمجھتا ہوں پھر اللہ کی مدد آتی ہے۔مختلف موقعوں پر میں اس بارے میں مریدوں پر بڑی سختی کرتا ہوں۔ میرے بعض بے تکلف دوست کہتے ہیں کہ تُو خود ایسی توحید نہیں برت سکے گا جتنی اپنے مریدوں سے کرواتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں جس تصوف کو چلاتا ہوں وہ کیفیات ، رونا دھونا اور ذکر اذکار کی کثرت کرانا اور نوافل کی کثرت کرنا، پگڑی بندھوا دینا، ڈاڑھی پر تیل لگوا دینا، یہ چیزیں نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ توحید کا برتنا زندہ ہوتا کہ مرید مختلف موقعوں پر توحید کو برتیں اور اس کے نتیجے میں اللہ کی مدد آئے تو پھر آنکھوں کا اندھا بھی یہ دیکھ کر کہے گا کہ واقعی یہ توحید ہے اور یہ ایمان ہے اور یہ اسلام ہے اور یہ اللہ کے تعلق والا بندہ ہے۔اس کو اللہ ثابت کر کے دے گا مگر یہ تب ہوگا جب تُو کمر باندھ کر برتنے کی ہمت کرے گا۔ جب تک تُو اس توحید پر نہیں آتا تو تیرے نوافل اور اعمال کا اجر وثواب تو ضرور ملے گا لیکن اللہ کی وہ مدد جو صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ تھی وہ تیرے ساتھ ہوتو ان کو حاصل کرنے کے لئے اورتوحید برتنے کے لئے تجھے آگے بڑھنا ہوگا اوراس کی نیت کرنی ہوگی۔ جب تُو **لا الٰـــہ** کہے تو ساری کائنات تیرے دھیان میں رہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے،اس میں کوئی قوت نہیں ہے، یہ ساری قوت ذاتِ ذُوالجلال کی ہے اوراس کے اَمر کی ہے۔

مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ تیجا نہ کرو، چالیسواں نہ کرو پھر کہتے ہیں کہ فلاں مشرک ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ مشرک تو وہ ہوگیا جس نے امرِ الٰہی پر غیرُ اللہ کو ترجیح دی جو کہ خدا کی ذاتِ ذُوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کے خوف میں آئے۔غیر اللہ کے خوف میں آکر اللہ کی ذات کو چھوڑا اوراس کے حکم کو توڑا تو حقیقی شرک کا مظاہرہ تواس نے کیا۔اس نے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ یہ چیزیں اور اسباب مؤثر ہیں۔ اس لئے ہر وقت اپنے باطن پر نگاہ رکھتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ اس لحاظ سے میں کس جگہ پر کھڑا ہوں اور

کتنا پانی میں ہوں۔ اگر یہ جائزہ لیتے رہے اور اپنے آپ کو دُرست کرتے رہے اور برتنے کی کوشش میں یہ قوت اگر مل گئی تو باقی کوتاہیوں کی معافی میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ انشاء اللہ.. اللہ پاک معاف کرے گا۔

شریعت، طریقت اور دین میں فرق:

فرمایا کہ صبح کی مجلس میں ہمارے ایک ساتھی آئے۔ انھوں نے بتایا کہ'' میرا ایک ساتھی کسی سلسلے میں بیعت ہے۔ اس نے سلسلے والوں کی تعلیمات میں دیگر باتوں کے ساتھ یہ بات بھی کہی کہ شریعت عوام کیلئے ہوتی ہے۔'' گویا اس کے نزدیک خواص کیلئے (نعوذ باللہ) شریعت نہیں ہوتی۔ خواص کے اعمال طریقت جدا ہوتے ہیں۔

میں نے کہا **استغفر اللہ**! یہ بات کلمۂ کفر ہے کہ آدمی کا یہ تصور ہو کہ شریعت عوام الناس کیلئے ہے اور طریقت خواص کیلئے ہے۔ طریقت تو صرف ایک انتظامی ترتیب ہے۔ اخلاص اور دل کے دھیان کے ساتھ اور اس حال کے ساتھ کہ **کانک تراہ** (یعنی کہ کوئی آدمی اللہ کو دیکھ رہا ہو) شریعت پر چلنے کیلئے ایک تربیت کا طریقہ ہے، بس اتنی سی بات طریقت ہے۔ ورنہ اصل الاصول، کل کلیہ، ساری بات، سب کچھ تو شریعت ہے۔

صبح کی مجلس میں ہی ساتھیوں نے کہا کہ بعض لوگ بحث کرتے ہیں دین، شریعت، مذہب (وغیرہ کے متعلق)۔ میں نے کہا کہ ایک تو دِین کو عام لوگ Religion کی معنی میں بیان کرتے ہیں۔ انگریزی میں Religion چند عبادتوں اور چند رسُوم کا نام ہے۔ جیسے عیسائیت، جو کہ **ریلیجن** ہے۔ تو اس **ریلیجن** کا زندگی کے باقی شعبوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں سوائے کبھی کبھی اتوار کی مجلس (Sunday Cermon) میں سامز (بائبل کا حصہ زبور) کو بڑے ترنم سے پڑھا جاتا ہے۔ زبور میں بھی بڑا ترنم ہے۔ جب میں لاہور میں میو ہسپتال میں ہوتا تھا، میرا کمرہ اُوپر کی منزل پر تھا۔ اس کے ایک

طرف گرجا تھا اور دوسری طرف بریلوی حضرات کی مسجد تھی۔اتوار کے دن چھٹی ہوتی تھی۔ پہلے صبح سویرے گرجے والے سامز گانا شروع کرتے۔سامز کا ترنم ختم ہوتا تو پھر یہ لوگ اس کے مقابلے میں پڑھتے۔میں نے کہا کہ چلو مقابلہ اچھا ہو رہا ہے۔تو ان کے ہاں **ریلیجن** چند عبادتوں اور گرجے کے رسُوم کا نام ہے۔باقی ان کے **ریلیجن** اور چرچ کا ان کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں،اس میں وہ آزاد ہیں۔

Church has nothing to do with practical life.

بلکہ عیسائی پادریوں نے کہا کہ لوگ گرجوں کو نہیں آتے،اس کے لئے کیا کریں؟ تو (غور کرنے پر) معلوم ہوا کہ باہر میوزک ہے اور گرجوں میں میوزک نہیں۔تو اس پر انہوں نے چرچ آرکیسٹرا شروع کیا۔آرکیسٹرا گانے والے طائفے کو کہتے ہیں جس میں سارے مل کر مختلف آلات کو بجاتے ہیں۔ چرچ آرکیسٹرا شروع کیا تو چرچ کی آبادی اور آمد ورفت زیادہ ہوگئی۔کچھ عرصہ بعد پھر کم ہوگئی۔ پادریوں نے کہا کہ اب کیا بات ہے کہ لوگ نہیں آتے۔تو پتہ چلا کہ باہر تو ڈانس ہے جس میں مرد وعورت ہاتھ پکڑ کر ناچتے ہیں جبکہ گرجے کے اندر ڈانس نہیں۔تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ چرچ میں یہ بھی شروع کر دیں گے اور چرچ میں ڈانس شروع ہوگیا۔ اس کے بعد پھر آمد ورفت زیادہ ہوگئی۔کچھ عرصہ بعد پھر آبادی کم ہوگئی۔تو پادریوں نے پوچھا کہ اب کیا وجہ ہے؟ تو کہا گیا کہ اب تو باہر مرد وعورت مکمل بے حیاء ہو گئے ہیں۔تو پھر پادری اس کی ہمت نہ کر سکے کہ اسے بھی چرچ کے اندر شروع کرسکیں۔بس تو گرجوں کی آبادی ایسی کم ہوئی کہ میں نے خود برطانیہ میں دیکھا کہ گرجے میں رات کو کوئی روشنی ہی نہیں جلائی جاتی۔دیکھا ہے آپ لوگوں نے؟ رات کو روشنی نہیں جلتی،ایسا لگتا ہے کہ کوئی ہے ہی نہیں۔یہ تو ہوگیا Religion۔

دین تو کامل زندگی ہے۔دوسرا لفظ شریعت ہے۔شریعت اور دین میں اتنا فرق

ہے کہ دین سارے انبیاء علیہم السلام کا تو اسلام ہے البتہ شریعتیں جُدا جُدا ہیں۔شریعتِ ابراہیمیؑ جُدا ہے،شریعتِ موسویؑ جُدا ہے،شریعتِ عیسویؑ جُدا ہے اور شریعتِ محمدی ﷺ جُدا ہے۔ان میں کچھ کچھ اعمال کا فرق ہے۔موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زمین پر نماز نہیں ہوتی تھی۔صبح کسان کو دیگر سامان (ہل، جوا (جـــغ)، پانی کی بتک وغیرہ) کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے تختہ لے جانا پڑتا تھا کیونکہ زمین پر نماز نہیں ہوتی تھی۔اب بھی تختے پر نماز پڑھنا افضل ہے۔ہمارے بچپن میں نماز پڑھنے کیلئے گھروں میں تختہ ہوتا تھا۔اب جائے نمازوں سے مسئلہ حل ہوگیا۔دوسرے یہ کہ اب فرش بھی پکے ہوگئے تو ذرا آسانی ہوگئی،ورنہ نماز تختے پر پڑھتے تھے۔تو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ پابندیاں تھی۔اسی طرح جس جگہ سے کپڑا ناپاک ہوجاتا تو اسے کاٹ کر پھینکنا ہوتا،دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا،اس جگہ پاک پیوند لگانا ہوتا۔تو شریعت اور دین میں اتنا فرق ہے۔

ہر کسی کو ہر وقت شریعت کی پابندی لازمی ہے۔جیسے پیغمبر کو لازمی ہے ایسے ہی اُمتی کو بھی لازمی ہے۔ہمارے گاؤں میں پنجاب سے ایک پیر صاحب آگئے،انھوں نے گھر کے اندر ہی مسجد بنا کر کارکردگی شروع کردی۔ہمیں اطلاع ملی کہ گھر کے اندر عورتیں آکر ان کی ٹانگیں دباتی ہیں۔ان (پیر صاحب) کا کہنا تھا کہ ہمیں تو نفسانی خواہشات ہی نہیں ہوتیں،اس لئے ہم پر اثر ہی نہیں آتا۔تو میں نے کہا کہ بزرگوں نے اُصول لکھا ہوا ہے کہ اگر عورت ہو رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور مرد ہو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے لئے بھی پردے کے احکامات لازمی ہیں۔یہ جذبات ہونے نہ ہونے کی بات نہیں،کہ جذبات ہیں یا نہیں۔یہ جذبات کے ساتھ متعلق نہیں،یہ شریعت کا اُصول ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کیلئے نافذ ہے۔

(جاری ہے)

(قسط:۵)

سنھری باتیں

ملفوظات حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم جمع کردہ علامہ محمد طفیل صاحب

(مرتب: صلاح الدین ایوبی، جماعت ہشتم، کوہاٹ)

تصوف کی حقیقت

ارشاد فرمایا: تصوف کی حقیقت صرف ذکرواذکار نہیں کہ بس چھ لطائف اچھلنا شروع کردیں تو کامل

آج کے مصاحب

ارشاد فرمایا: آدمی صحبت سے بنتا اور بگڑتا ہے، اگر صحبت اچھی ہو تو اسے بنادیگی اگر صحبت اچھی نہ ہوئی تو آدمی بگڑے گا۔

صحبت صالح تُرا صالح کند

صحبت صالح ترا صالح کند　　　　صحبت طالح ترا طالح کند

گزشتہ دور میں کتابیں تک نہ تھیں، انسان کا انسان سے رابطہ اور صحبت رہتی تھی۔ اب تو صحبت کئی طرح کی ہوگئی۔ یہی انسان کو بناتی یا بگاڑتی ہے۔ جیسے

انسان کا رابطہ کتاب سے۔ ☆ انسان کا رابطہ اخبار سے۔ ☆ انسان کا رابطہ ریڈیو سے۔

☆ انسان کا رابطہ ٹی وی سے۔ ☆ انسان کا رابطہ کیبل اور ڈش سے۔ ☆ انسان کا رابطہ انٹرنیٹ سے۔

☆ انسان کا رابطہ فیس بک اور وٹس ایپ سے۔

جنکی صحبت کے منفی اثرات سے انسان تباہی کے دھانے پر پہنچ رہا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک

ارشاد فرمایا: ڈاکٹر ذاکر نائیک پر الحمدللہ دیوبند والوں سے بھی پہلے ہم نے مضمون لکھا۔ اور اس میں ایک ساتھی ڈاکٹر زیاد سے سروے کروایا۔ اس نے بتایا کہ اس کے سننے والے اکثر بے نمازی ہوتے ہیں۔ آج تک کوئی اس کے بیانات سے نماز پر نہیں آیا۔

فرمایا: میں نے سوچا کہ انڈیا اس کے یہ پروگرام اس آزادی اور اہتمام سے کیوں اپنے میڈیا سے نشر کر

رہا ہے؟ بیرون ملک سے آنے والے پاکستانیوں سے مل کر پتہ چلا کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کے پروگرام کے بعد جو انڈیا کی خبریں آتی ہیں ان کی وجہ سے یہ پاکستانی بجائے پاکستانی کے پروانڈیا بنتے جا رہے ہیں۔

مزید یہ کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کونسا انقلابی، اصلاحی یا جہادی مضمون بیان کر رہا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو اس کے بیانات سے انقلاب آچکا ہوتا، حالانکہ اس کا بیان سن کر تو کوئی نماز پر بھی نہیں آتا۔

ایک ماہر نفسیات کی بات

ارشاد فرمایا بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو بچوں کو ٹی وی پر صرف کارٹون دکھاتے ہیں، حالانکہ یہ بھی صحبت ہے۔ جس کا اثر پڑ رہا ہے۔ ایک ماہر نفسیات کا کہنا تھا کہ بچوں کو دھوکہ فریب، فراڈ اور فریب کی تربیت کارٹون سے ملتی ہے۔

بچوں پر والدین کے تربیت کا اثر

ارشاد فرمایا: آج کل والدین کو اولاد کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ ان کا فرض ہے کہ بچوں کی نگرانی رکھیں کہ بیٹا کہاں اٹھتا بیٹھتا ہے اور اس کی سرگرمیاں کیا ہیں؟

میرے والد صاحب میری تعلیم کے زمانے میں کالج تشریف لائے اور یہاں رہ کر میرے ماحول کا جائزہ لیتے رہے کہ صحبت کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ اٹھک بیٹھک، نشست و برخاست اور رکھ رکھاؤ کی کیا کیفیت ہے۔ جب میں ڈاکٹر بنا تو ہسپتال تشریف لاکر پورا جائزہ لیا کہ میرا ماحول کیسا ہے؟ جب شادی ہوئی تو میرے بچوں اور سامان کو لیکر پشاور کرائے کے گھر میں تشریف لائے اور چند دن رہ کر اڑوس پڑوس اور میرے ارد گرد والوں کے تعلق اور رویے کا جائزہ لیکر گئے۔ غرض سارا زمانہ نگرانی رکھی۔

فرمایا: ہم تبلیغی جماعت میں پنجاب گئے، وہاں ایک مسجد کے امام صاحب تھے، جو بیچارے جھونپڑے میں رہتے تھے۔ ان کے بچے بڑے خوبصورت اور چھوٹے چھوٹے تھے، ہماری مجلس تعلیم میں آکر بیٹھ جاتے، کسی ساتھی نے پوچھا: کہ بیٹا بڑے ہو کر کیا بنو گے۔ اس نے جواب دیا: صحابی بنوں گا.... یہ سن کر مجھے رونا آگیا کہ بندۂ خدا خود تو جھونپڑے میں رہ رہا ہے لیکن گھر کا وہ ماحول بنا چکا ہے کہ ماشاء اللہ بچوں کے ذہنوں میں صحابہ جیسی مثالی زندگی اختیار کرنے کا جذبہ ہے۔

صحبت کے اثرات

ارشاد فرمایا: بننے اور بگڑنے میں بنیادی اثر صحبت اور مجلس کا ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا برے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تو باپ کی نسبت گم کردی۔اصحابِ کہف کا کتا دیکھ لیں، اصحاب کہف کی صحبت کی برکت سے اس مقام پر پہنچا کہ جنت میں داخل ہوگا۔

بنی اسرائیل کا بلعم بعورا، زاہد، عابد اور عارف تھا، اللہ نے اسمِ اعظم عطا کیا تھا، جس کی برکت سے ساری دعائیں قبول ہوجاتی۔اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بددعا کی درخواست کی، اس کی علم ومعرفت نے اسے اس کی اجازت نہ دی، اس نے قوم کو انکار کیا، تو قوم نے بیوی کو بڑا ہدیہ پیش کیا، بیوی نے کہا کہ ان کی بات مان لو، اس بدبخت نے باوجود معرفت کے قوم کی بری صحبت سے متاثر ہوکر بددعا شروع کی، تو اللہ تعالیٰ نے زبان الٹ دی اور وہ اپنی ذات اور قوم کے لئے بددعا کر گیا، اللہ نے اسکی زبان کتے کی طرح لمبی لٹکا کر اس کو دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار کردیا۔ یہ بری صحبت کا نتیجہ تھا۔کل قیامت کو بلم بن بعورا اصحاب کہف کے کتے کی شکل میں واصل جہنم ہوگا جبکہ اصحاب کہف کا کتا اس کی شکل میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

فرمایا افسروں سے زیادہ ان ھدیوں اور شکرانوں سے ہم علماء، دینداروں اور پیروں کو خطرہ ہے کہ ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ کی مجلس میں ایک شخص نے حاضر ہوکر بڑی چاہت اور تمنا سے کھانے کی دعوت دی اور کہا کہ اپنے خاص خاص مریدوں اور فلاں ڈاکٹر صاحب کو بھی ساتھ لائیں۔کھانا کھلانے کے بعد کہنے لگے، وہ جی میری بیٹی کا ایم۔بی۔ایس کا امتحان ہے، ڈاکٹر صاحب اگر کچھ کرم نوازی فرمادیں تو مہربانی ہو۔لو بھئی! ساری دعوت کو رشوت میں بدل رہے ہیں، کہ مقصد بیٹی کے امتحان کا مسئلہ حل کروانا تھا۔

فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ گاؤں میں فلاں جگہ مسجد تعمیر کرو۔سوچا اسباب تو کچھ نہیں کیسے تعمیر کریں۔ ایک عورت نے اپنا مکان وقف کرنا چاہا۔دل میں آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ تعمیر کی سبیل پیدا فرمارہے ہیں۔ اس عورت نے رائے بدل دی۔ کچھ عرصہ بعد گاؤں گیا تو حیرت ہوئی کہ وہاں واقعتاً مسجد تعمیر ہورہی ہے۔ پتہ چلا کہ گاؤں کے ایک بڑے مالدار آدمی یہاں مسجد تعمیر کررہے ہیں اور انہوں نے اپنی بیٹی اور بیٹے کو بھی ماشاء اللہ مدرسے میں داخل کیا ہوا ہے۔مسجد بن گئی۔ان صاحب کے بیٹے وہاں امام وخطیب

ہو گئے۔ایک دن ایسا ہوا کہا کہ امام صاحب گرفتار ہو گئے۔لوگ گئے کہ انہیں چھڑائیں اور پتہ کریں کہ گرفتاری کیوں عمل میں آئی ہے۔معلوم ہوا کہ صاحبزادے گاڑیوں کے اغوا کے گینگ کے رکن ہیں اور کئی گاڑیاں اغوا کر چکے ہیں۔انہوں نے یہ فن اس مدرسے میں رہ کر سیکھا جہاں سے اس نے پڑھا تھا۔باپ تو سر پیٹ کر رہ گیا کہ مسجد بنائی، اسے عالم بنایا تا کہ دین کی خدمت کرے،لیکن یہ کیا کر گیا۔تو بھئی! صحبت بد کا اثر تھا کہ وہ کتابیں تو پڑھ گئے، ضابطے کے عالم بھی ہو گئے،لیکن صحبت بد میں رہنے کی وجہ سے ایک ایسی عادت اندر جڑ پکڑ گئی، جو تباہی ورسوائی کا باعث بنی۔

مختلف مسالک میں تعداد رکعات تراویح

ارشاد فرمایا: تقریباً بارہ ائمہ کرامؒ ایسے گزرے ہیں جن کا فقہ چلا ہے۔لیکن بعد میں اللہ نے امت کو چار فقہاء پر جمع فرمایا اور دیگر فقہاء حضرات کی تعلیمات رفتہ رفتہ محدود سے محدود تر ہو کر اپنا حلقۂ اثر کھو گئیں۔ ائمہ فقہاء میں پہلا نام امام اوزاعی رحمہ اللہ کا آتا ہے۔ان کی فقہ پہلے مدوّن ہوئی۔ان کے ہاں تراویح کی رکعات چھیالیس (۴۶) تھی۔امام مالکؒ کے ہاں تعداد چھتّیس (۳۶) ہے، کیونکہ اہل مکہ تو ہر چار رکعت کے بعد طواف فرماتے، اہل مدینہ کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی، لہٰذا انھوں نے اس کا بندوبست یوں کیا کہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد انفرادی چار رکعت نفل پڑھتے تھے۔
باقی تین ائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بیس بیس رکعت ہیں۔آٹھ (۸) رکعت کسی کا بھی قول نہیں۔آٹھ رکعت تو روزانہ حضور ﷺ کا قیام اللیل ہوتا تھا۔اور یہ سال بھر جاری رہتا تھا۔اسی روایت کو اٹھا کر غیر مقلدین شور مچاتے ہے کہ تراویح کی رکعات بیس نہیں آٹھ ہیں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے دور میں تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع سے جماعت تراویح شروع ہوئی اور حضرت ابیؓ بن کعبؓ امام مقرر ہوئے جو بیس (۲۰) رکعت پڑھایا کرتے تھے۔

رباط کے معنی

ارشاد فرمایا: رباط کے دو معانی ہیں۔☆ اسلامی سرحدوں پر مسلح پہرے داری ☆ اور ایک نماز پڑھ کر دوسرے نماز تک، انتظارِ نماز میں بیٹھنا۔

اور بہت زیادہ مضبوط رباط آخری عشرۂ رمضان کا اعتکاف ہے۔ (جاری ہے)

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے انتخاب

(ڈاکٹر محمد طارق، چیئرمین شعبۂ فزیالوجی، نارتھ ویسٹ سکول آف میڈیسن، پشاور)

حضور ﷺ کے فضائلِ منصوصہ (قرآن و حدیث میں آئے ہوئے فضائل) بکثرت ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو یہ فضائل بیان کرے مگر اپنی طرف سے تراش کر وجوہِ فضائل بیان کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیا کہوں علماء تک اس میں مبتلا ہیں۔ ایک تفسیر کی کتاب جو داخلِ درس ہے اور سب اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اس تک میں ایسے مضامین موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل کو لے کر موسیٰ علیہ السلام مصر سے چلے تو طلوعِ شمس کے بعد فرعون نے اُن کو جا لیا، اُس کا لشکر قریب پہنچ گیا۔ تو بنی اسرائیل نے گھبرا کر کہا کہ بس ہم تو پکڑے گئے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کَلَّاۤ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ (بلاشک اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے وہ مجھ کو راہ پر پہنچا دے گا)۔ اس پر وہ مفسر لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے ہمارے حضور ﷺ کے قول کو ترجیح ہے جو حضور ﷺ نے غارِ ثور میں حضرت صدیقِ اکبرؓ سے فرمایا تھا جبکہ کفار غار کے قریب پہنچ گئے اور وہاں جا کر باتیں کرنے لگے کہ یہاں تک تو نشانِ قدم کا پتہ چلتا ہے، یہاں سے آگے نشانِ قدم معلوم نہیں ہوتے، نہ معلوم آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں غائب ہو گئے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ لوگ اپنے پیروں کی طرف نگاہ کریں تو ہم کو دیکھ لیں گے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (مت غمگین ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ وہ مفسر فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے مَعِی فرمایا بصیغۂ واحد متکلم کہ میرا رب میرے ساتھ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعَنَا بصیغۂ جمع متکلم فرمایا کہ اللہ ہمارے

ساتھ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ کسی کو شریک نہیں فرمایا اور حضور ﷺ نے جمع کے صیغہ سے دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ دوسرے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ذکر کو اللہ کے ذکر سے مقدم فرمایا ان معی ربی (بے شک اللہ میرے ساتھ ہے) پہلے معی ہے پھر ربی ہے اور حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے ذکر سے مقدم فرمایا ان اللّٰہ معنا۔ میں کہتا ہوں کہ بلاغت کوئی کمالاتِ نبوت سے نہیں، نبوت کے کمالات دوسری قسم کے ہیں۔ بلاغت کو اس میں کیا دخل، اس کی تو بالکل ایسی مثال ہوئی جیسے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یوسف علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ حسین تھے اس لئے وہ سب سے افضل تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہی جواب دیا جائے گا کہ حسنِ صورت کمالاتِ نبوت سے نہیں اس لئے اس سے فضیلت ثابت نہیں ہوسکتی۔ بس اسی طرح بلاغتِ کلام بھی کوئی شرائطِ نبوت سے نہیں جس کی وجہ سے ایک نبی کی دوسرے کے اوپر فضیلت ثابت کی جاسکے۔ ورنہ اگر فضیلت کے یہی معنی ہیں کہ ہر بات میں افضل ہو تو شاید یہ بھی دعویٰ کیا جائے گا کہ فلاں ولی سے رستم افضل ہے کیونکہ رستم کی قوتِ جسمانی اُس ولی سے زیادہ تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سے ولی کی طرف کوئی نقص عائد نہیں ہوسکتا کمالاتِ ولایت میں قوتِ جسم کو کیا دخل؟ ہاں قوتِ قلبیہ مقبولین کی سب اقویاء سے زیادہ ہوتی ہے جس کا اندازہ قوتِ فیضان سے ہوسکتا ہے۔ یہ گفتگو تو تسلیم کے بعد تھی ورنہ ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بلاغت میں کچھ حضور ﷺ کے قول سے کم ہے کیونکہ بلاغتِ کلام کے معنی یہ ہیں کہ کلام مقتضی حال کے موافق ہو۔ ان دونوں اقوال میں سے کسی کو دوسرے سے ابلغ اُس وقت کہا جاسکتا ہے کہ جبکہ یہ ثابت کردیا جائے کہ دونوں یکساں حال میں صادر ہوئے اور دونوں حال بالکل متحد تھے۔ اور یہ ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ واقعات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جگہ حال مختلف تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک اکھڑ جاہل قوم تھی، جس وقت لشکرِ فرعون کو اس نے آتے ہوئے دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ

السلام کے قول پر بھی اُن کو اعتماد نہیں رہا کہ حق تعالیٰ میری مدد فرمائیں گے اور اس قومِ ظالم سے مجھ کو نجات دیں گے۔ انہوں نے بڑی پختگی اور یقین کے ساتھ کہہ ڈالا کہ انا لمدرکون کہ اب تو ہم یقیناً پکڑے گئے، جملہ اسمیہ اور اِنَّ اور لامِ تاکید اُن کے کلام میں موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے وعدوں سے بے اعتقاد ہو کر کہا تھا۔ اب فرمایئے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ معیتِ حق کہاں باقی رہی تھی۔ یہ حال اسی کو چاہتا ہے کہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّی (یقیناً اللہ میرا رب میرے ساتھ ہے) بصیغۂ واحد استعمال کیا جائے۔

اب حضور ﷺ کے کلام کو دیکھئے کہ حضور ﷺ نے جو اِنَّ اللہ معنا بصیغۂ جمع ارشاد فرمایا وہاں کیا حال تھا حضور ﷺ کے ساتھ اس وقت فقط صدیقِ اکبرؓ تھے اور یہ کہیں ثابت نہیں کہ نعوذ باللہ صدیقِ اکبرؓ نے کوئی بے اعتقادی کی بات ظاہر کی ہو یا اُن کے کسی حال سے بے اعتقادی ظاہر ہوئی ہو بلکہ سچ پوچھیے تو حضرت صدیقِ اکبرؓ کو جو اُس وقت حزن (غم) تھا وہ اپنی جان کے اندیشہ سے نہ تھا ورنہ اپنے کو سانپ کے منہ مین نہ دیتے۔ بلکہ اُن کا سارا حزن فقط حضور ﷺ کی وجہ سے تھا کہ حضور ﷺ کا کہیں بال بیکا نہ ہو جائے۔ تو ایک تو وہ حال تھا کہ ساتھ میں بے اعتقاد قوم تھی جس نے دشمن کو آتے ہوئے دیکھ کر یقین کر لیا کہ بس ہم گرفتار ہو جائیں گے اور موسیٰ علیہ السلام کے وعدوں کے ہوتے ہوئے کیسے پختگی کے ساتھ زبان سے یہ لفظ نکال گئے انا لمدرکون (اب تو ہم یقیناً پکڑے گئے)۔ یہ بھی خیال نہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایسی قوم کے لئے یہی جواب زیبا تھا جو موسیٰ علیہ السلام نے دیا کلا ان معی ربی سیھدین کہ سب سے پہلے لفظ کلا بڑھایا جو عربی لغت میں ڈانٹنے اور دھمکانے کے لئے بولا جاتا ہے، گویا کہ کلے (رُخسار) پر طمانچہ (تھپڑ) مار دیا کہ ہرگز نہیں اللہ میرے ساتھ ہے وہ مجھ کو راہ پر پہنچائے گا۔

دوسری جگہ یہ حالت ہے کہ ساتھ میں ایک صدیقؓ ہے جس سے کبھی بے اعتقادی کا وہم بھی نہیں ہوا۔ ہمیشہ ہر بات کو سب سے پہلے ماننے والا ہے اور جان نثار ہے کہ اُس کو اپنی جان کا غم نہیں، حضور ﷺ ہی کا غم تھا، اس کو معیتِ حق میں کیونکر نہ شریک کیا جاتا اور کیونکر اُس کی تسلی نہ کی جاتی۔ اس لئے حضور ﷺ نے یہ فرمایا **لا تحزن** غم نہ کرو **ان اللّٰہ معنا** بے شک اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

غرض کہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام اس حال کے مقتضیٰ کے بالکل موافق تھا۔ اگر وہ حال حضور ﷺ کو پیش آتا تو بقاعدۂ بلاغت حضور ﷺ بھی غالبًا **ان معی ربی** (یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے) ہی فرماتے۔ اسی طرح حضور ﷺ کا کلام اس حال کے مقتضیٰ کے موافق تھا اگر یہ حال موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوتا تو وہ بھی غالبًا **ان اللّٰہ معنا** (یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) ہی فرماتے۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ اپنی طرف سے تراشی ہوئی وجۂ فضیلت کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کو ذرا سے تأمل کے بعد ایک ادنیٰ طالب علم (ادنیٰ طالب علم حضرت نے اپنے کو کہا) نے توڑ دیا۔ اب بھلا ان حضرت مفسر سے کوئی پوچھے کہ جیسا آپ نے دونوں اقوال کو دیکھا تھا احوال کو بھی دیکھا ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قول کس موقع پر صادر ہوا اور حضور ﷺ کا ارشاد کیسے موقع پر صادر ہوا۔ اس کے بعد یہ بھی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ذکر کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مقدم کیا اور ہمارے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے ذکر سے مقدم کیا۔ اے صاحبو! کیا اس تقریر میں موسی علیہ السلام پر سخت اعتراض نہیں ہوا کہ معاذ اللہ ان کو بولنا بھی نہ آتا تھا، اُن کو بات کرنے کا بھی سلیقہ نہ تھا کہ خدا کے ذکر سے اپنے ذکر کو مقدم کر دیا، میں یہ نہیں کہتا مفسر کے دل میں بھی یہ اعتراض ہوگا مگر اُن کی اِس تقریر سے ہر سننے والے کو موسی علیہ السلام کی نسبت یہی بدگمانی پیدا ہوگی۔ استغفر اللہ العظیم۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی موسیٰ علیہ السلام کا قول کسی طرح غیر ابلغ نہیں

ہوسکتا۔ بات یہ ہے کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں کے قول سے چونکہ بے اعتقادی اور عدم یقین بر وعدۂ خداوندی کا ظہور ہو چکا تھا، اس لئے موسیٰ علیہ السلام اس جواب سے ناراضی کے ساتھ یہ بات ظاہر فرماتے ہیں کہ جب تمہارے اعتقاد و یقین کی یہ حالت ہے تو فقط میرے ہی ساتھ معیتِ حق شامل ہے تمہارے ساتھ معیتِ حق نہیں ،تو آپ کا مقصود حصر بیان فرمانا ہے اور قاعدۂ بلاغت مشہور ہے **تقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر** (جس کا حق مؤخر کرنے کا ہو اس کو مقدم کر دینا حصر کا فائدہ دیتا ہے)۔ اس لئے آپ نے موسیٰ علیہ السلام نے لفظ معی کو ربی سے مقدم فرمایا۔ حصر کے لئے کسی لفظِ متاخر کو مقدم کر دینا یہ عین بلاغت ہے۔ اس سے موسیٰ علیہ السلام کے قول کی کامل بلاغت باقی رہی یا کم ہوئی ؟ اور ہمارے حضور ﷺ کو چونکہ حصر مقصود نہ تھا اس لئے آپ نے اپنے ذکر کو مقدم نہ فرمایا۔ چونکہ حضور ﷺ کا مقصود صدیقِ اکبرؓ کو بھی معیتِ حق میں شامل کرنا تھا کیونکہ اُن سے جان نثاری کا ظہور ہوا تھا اس کی وجہ سے وہ اس قابل تھے کہ اُن کو معیتِ حق میں شریک کیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کو بھی حصر مقصود ہوتا تو شاید حضور ﷺ بھی بقاعدۂ بلاغت اپنے ذکر کو مقدم فرماتے تو یہ غیر ابلغ کیا ہوا؟ غرض معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کی عظمت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دیگر انبیاء علیھم السلام کی آپ کے مقابلہ میں تنقیص کی جائے۔ ایسی عظمت سے نہ اللہ تعالیٰ راضی ہیں نہ رسول اللہ ﷺ خوش ہیں۔ ایک بار اسی قسم کا واقعہ دربارِ نبوی ﷺ میں پیش آیا کہ ایک صحابیؓ کے ساتھ کسی یہودی کی گفتگو ہوئی صحابیؓ نے ضمنِ قسم میں فرمایا تھا کہ ہمارے حضور ﷺ تمام انبیاء علیھم السلام سے افضل ہیں۔ وہ یہودی قسم ہی کے ضمن میں کہتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ صحابیؓ نے غصہ میں آکر یہودی کے ایک طمانچہ مارا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس شکایت لایا تو حضور ﷺ نے صحابیؓ پر غصہ ظاہر فرمایا اور ارشاد فرمایا **لا تفضلوا بين انبياء الله** (انبیاء علیھم السلام

کے درمیان اپنی رائے سے ایک کو دوسرے پر فضیلت مت دو)۔ اگرچہ یہودی کا قول حقیقت میں غلط تھا اور صحابیؓ حق پر تھے، جو بات وہ کہہ رہے تھے غلط نہ تھی، فی الواقع حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ مگر اس وقت اُن صحابیؓ کے فعل سے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص کا شبہ ہوسکتا تھا (اگرچہ اُن کی نیت یہ نہ تھی) اس لئے حضور ﷺ نے ایسی گفتگو سے منع فرمایا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ طرز جو بعض حضرات نے اختیار فرمایا ہے اچھا نہیں ہے۔ اس میں بڑا خطرہ ہے۔ اگرچہ اُن کی نیت تنقیص کی نہ ہو مگر اس قِسم کی تقریروں سے جو مقابلہ کی صورت سے محض اپنی رائے سے ہوں تنقیص لازم آ ہی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(صفحہ ۳۲ سے آگے)

(۲)

بندہ ۲۰۰۸ء میں ایریا سٹڈی سنٹر پشاور یونیورسٹی میں ایم فل، پی۔ ایچ۔ ڈی کا طالبعلم تھا، رہائش ہاسٹل نمبر ۹ میں تھی۔ ایک دن ہم ساتھی اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے، ہمارے ساتھ ایک ساتھی فضل اکبر بھی شریک تھا۔ فضل اکبر بہت ہی سادہ لوح مگر صوم وصلاۃ کا پابند تھا، اتنے میں اذان شروع ہوئی، اذان سنتے ہی فضل اکبر توجہ سے سننے لگا اور جو نوالا منہ میں تھا اسے چبانا بھی بند کیا جسکی وجہ سے منہ کھلا رہ گیا۔ پوری اذان سننے کے بعد کھانا دوبارہ شروع کیا، ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ فضل اکبر اللہ تمہیں بڑا آفیسر بنائے گا۔ فضل اکبر مسکرایا اور حیرانی سے کہا کہ واقعی میں بڑا آفیسر بنوں گا؟

بندہ جب ۲۰۱۲ء میں ملائشیا سے واپس پاکستان آیا تو کسی کام کے لیے پشاور یونیورسٹی جانا پڑا جونہی خیبر میڈیکل کالج کے قریب پہنچا تو فضل اکبر ملا وہ بہت ہی خوش تھا اور کہا کہ عبدالولی خان یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوں۔

پیراسائیکالوجی اور مغربی روحانیت اسلامی تصوف کی ابجد تک کو نہیں چھوتی

(شہاب نامہ سے پروفیسر ڈاکٹر ارشاد احمد صاحب کا انتخاب)

ہالینڈ کے ساتھ ہمارے تعلقات میں کوئی الجھاؤ نہ تھا۔اس کے علاوہ اس زمانے میں وہاں پر پاکستانیوں کی تعداد بھی نہایت کم تھی۔اس وقت تک ان کے بھی کوئی خاص مسائل پیدا نہ تھے۔اس لئے سفارت خانے میں میرا کام غیر معمولی حد تک آسان اور ہلکا تھا۔میرے ساتھ کام کرنے والا سارا عملہ بھی محنتی اور دیانت دار تھا۔اپنے فالتو وقت کو مصرف میں لانے کے لئے میں نے لائڈن یونیورسٹی کی ایسٹرن انسٹی ٹیوٹ (Eastern Institute) سے کسی قدر استفادہ کیا۔صوفی مشرف خان اوران کی ولندیزی بیگم سے راہ ورسم بڑھی،تو صوفی عنایت خان کے حوالے سے میں نے یورپ میں صوفی تحریک کا تھوڑا بہت جائزہ لیا۔اس کے علاوہ یوٹریکٹ یونیورسٹی کی (Institute of Parapsycology) کے ڈائریکٹر پرفیسر ٹین ہاف کے ساتھ بھی میرے دوستانہ مراسم قائم ہوگئے۔ان کی اجازت سے میں نے کچھ عرصہ پیراسائکالوجی کی ایک پوسٹ گریجویٹ کلاس میں شرکت بھی کی۔وہاں پر لیکچر دینے دنیا بھر کے ماہر روحانیت،نفسیات اور مابعد النفسیات کے عالم اور علاج بالاعتقاد (Faith Healing) کرنے والے نامی گرامی ڈاکٹر آیا کرتے تھے۔ان میں مسٹر جیرڈ کرائسیٹ کی بین الاقوامی شخصیت کا خاص درجہ تھا۔قومیت کے لحاظ سے تو وہ ولندیزی تھے لیکن سارے یورپ اور امریکا میں ان کا طوطی بولتا تھا۔علاج بالاعتقاد Faith Healing کے علاوہ ان کے فن میں کشفیات کو خاص دخل تھا۔خصوصاً وہ گمشدہ بچوں اور لا پتا عورتوں اور مردوں کی نشان دہی کرنے میں عجیب مہارت دکھاتے تھے۔یہ دوسری بات ہے کہ کسی زندہ بچے،عورت یا مرد کا سراغ لگانے میں وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ان کا کشف جب

کبھی بروئے کار آیا فقط لاشوں کا کھوج لگانے کے کام آیا۔ ان تمام حضرات کے عملی کمالات اور پیرا سائیکا لوجی کے علمی نصاب کا بغور تجزیہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مغرب کا یہ سارا کاروبار اسلامی تصوف کی ابجد تک کو نہیں چھوتا۔ انسٹی ٹیوٹ آف پیرا سائیکا لوجی کے سربراہ پرفیسر ٹین ہاف اکثر مہینے میں ایک ویک اینڈ ہمارے ہاں گزارا کرتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ کر کے میں نے انہیں دیا تو وہ ششدر رہ گئے۔ ان کا جی تو بہت للچایا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں، لیکن اپنی ملازمت کے تحفظ کی فکر اور معاشرے کے خوف سے اس سعادت سے محروم رہے۔ البتہ ان کی سٹینو گرافر مس جین ڈالٹن پر بیٹھے بٹھائے اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ اپنے ادارے میں واپس جا کر پروفیسر صاحب نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ اپنی سٹینو گرافر کے حوالے کر دیا کہ وہ اسے ان کے کاغذات کے ساتھ سنبھال کر رکھ دے۔

مس ڈالٹن تجسس کا شوق رکھنے والی تحقیق پسند لڑکی تھی۔ اس نے ضیاء القلوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر ایسا اثر قبول کیا کہ ایک روز ہمارے ہاں آئی اور درخواست کی کہ ہم اسے مسلمان کر لیں۔

میں نے کہا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر بتائے کہ وہ کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اس راہ سلوک پر چلنے کی آرزومند ہے جسے اختیار کرنے کا طریقہ ضیاء القلوب میں بتایا گیا ہے۔ ہم نے نہایت خاموشی سے اسے مشرف بہ اسلام کر کے اس کا نام رابعہ رکھ دیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک وہ ہمارے ہاں رہی۔ عفت نے اسے قرآن مجید ختم کروایا۔ پھر وہ ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں چلی گئی اور عبادت اور ریاضت کے سہارے راہ سلوک پر ایسا قدم رکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم جیسے گناہ گاروں کی پہنچ سے بہت دور نکل گئی۔ اس نے ساری عمر شادی نہیں کی اور اب کچھ عرصہ سے اس کا مستقل قیام مکہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆

اذان کی فضیلت

(نورالامین صاحب، ریسرچ سپرنٹنڈنٹ، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن، اسلام آباد)

بندہ سال ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۲ء تک ملائشیاء میں قیام پذیر رہا۔ کچھ وقت ملائشیاء کے دارالخلافہ کوالالمپور میں رہا۔ تقریباً ۶ مہینے ریاست صباح میں گذارے۔ صباح کوالالمپور سے تین گھنٹے ہوائی فاصلے پر ہے۔ قیام کے دوران انگریزی کے ایک پروفیسر سے تعلق بنا۔ ایک دن پروفیسر صاحب نے کہا کہ کوٹا کینابالو (Kota Kinabalo) چلتے ہیں جو کہ صباح کا دارالخلافہ ہے۔ ہم درزی کے پاس گئے کیونکہ پروفیسر صاحب نے واسکٹ سلوانے کے لئے دی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ درزی نماز پڑھنے گیا ہے اور دروازے پر ان کی زبان میں لکھا ہوا تھا: ''نماز کا وقفہ ہے۔'' چنانچہ ہم ادھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ پروفیسر صاحب نے بتایا کہ یہ درزی پہلے پروٹسٹنٹ عیسائی تھا، اب باشرع مسلمان ہے۔ یہ سن کر میری دلچسپی بڑھ گئی اس لئے جب وہ آیا تو میں نے پوچھا حضرت آپ کیسے مسلمان ہوئے؟ تو وہ فرمانے لگے: ''ہمارا گھر مسجد کے بالکل سامنے ہے۔ ایک دفعہ صبح کے اذان سے پہلے خواب میں ایک ڈاڑھی والے بابا آئے اور فرمانے لگے کلمہ پڑھو۔ میں اچانک اٹھا ادھر ادھر دیکھا پھر باہر جا کے دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔ اگلی رات پھر وہی بابا خواب میں آئے اور فرمایا کلمہ پڑھو میں چپ رہا، پھر فرمایا کلمہ پڑھو، پھر بھی میں چپ رہا۔ صبح اس سوچ میں رہا کہ یہ بابا کون ہے؟ تلاش بھی کرتا رہا لیکن نہیں ملا۔ تیسری رات پھر وہی بابا خواب میں آئے اور ۲ بار کلمہ پڑھنے کی تلقین کی، اور تیسری بار قریب آ کر مجھے پسلیوں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا کلمہ پڑھو، میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس کے بعد آنکھ کھلی اندر، باہر کوئی نہیں تھا تھوڑی دیر بعد اذان ہوئی میں سیدھا مسجد گیا اور امام صاحب سے کہنے لگا مجھے کلمہ پڑھاؤ اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا ایسا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی؟ فرمانے لگے کہ ایسا تو کوئی خاص عمل نہیں لیکن ایک بات تھی جب مسلمانوں کے مسجد میں اذان ہوتی تو میں اپنے بچوں کو چپ کراتا کہ اذان ہو رہی ہے بس یہی ایک بات تھی جسکی وجہ سے آدھے سے زیادہ خاندان کو اللہ نے ایمان نصیب فرمایا۔

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

ایک بزرگ کی اپنے بیٹے کو دس نصیحتیں

(ڈاکٹر سید فہیم شاہ صاحب، کوہاٹ)

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے چند نصیحتیں کیں۔ ''میرے بیٹے! تم گھر کا سکون حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی بیوی کے معاملے میں ان دس عادتوں کو نہ اپناؤ، لہٰذا ان کو غور سے سنو اور عمل کا ارادہ کرو۔

پہلی دو تو یہ کہ عورتیں تمہاری توجہ چاہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ تم ان سے واضح الفاظ میں محبت کا اظہار کرتے رہو۔ لہذا وقتاً فوقتاً اپنی بیوی کو اپنی محبت کا احساس دلاتے رہو اور واضح الفاظ میں اسکو بتاؤ کہ وہ تمہارے لئے کس قدر اہم اور محبوب ہے۔ اس گمان میں نہ رہو کہ وہ خود سمجھ جائے گی، رشتوں کو اظہار کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ یاد رکھو! اگر تم نے اِس اظہار میں کنجوسی سے کام لیا تو تم دونوں کے درمیان ایک تلخ دراڑ آ جائے گی جو وقت کے ساتھ بڑھتی رہے گی اور محبت کو ختم کر دے گی۔

۳۔ عورتوں کو سخت مزاج اور ضرورت سے زیادہ محتاط مردوں سے کوفت ہوتی ہے۔ لیکن وہ نرم مزاج مرد کی نرمی کا بے جا فائدہ اٹھانا بھی جانتی ہیں، لہذا اِن دونوں صفات میں اعتدال سے کام لینا تاکہ گھر میں توازن قائم رہے اور تم دونوں کو ذہنی سکون حاصل ہو۔

۴۔ عورتیں اپنے شوہر سے وہی توقع رکھتی ہیں جو شوہر اپنی بیوی سے رکھتا ہے۔ یعنی عزت، محبت بھری باتیں، ظاہری جمال، صاف ستھرا لباس، خشبو لہذا ہمیشہ اسکا خیال رکھنا۔

۵۔ یاد رکھو گھر کی چاردیواری عورت کی سلطنت ہے۔ جب وہ وہاں ہوتی ہے تو گویا اپنی مملکت کے تخت پر بیٹھی ہوتی ہے۔ اِس کی اِس سلطنت میں بے جا مداخلت ہرگز نہ کرنا اور اسکا تخت چھیننے کی کوشش نہ کرنا۔ جس حد تک ممکن ہو گھر کے معاملات اسکے سپرد کرنا اور اس میں تصّرف کی اُسکو آزادی دینا۔

۶۔ ہر بیوی اپنے شوہر سے محبت کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یاد رکھو اسکے اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور دیگر محرم رشتہ دار بھی ہیں جن سے وہ لاتعلق نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس سے ایسی توقع جائز ہے۔ لہذا کبھی بھی اپنے اور اسکے گھر والوں کے درمیان مقابلے کی صورت پیدا نہ ہونے

دینا کیونکہ اگراس نے مجبوراً تمہاری خاطر اپنے گھر والوں کو چھوڑ بھی دیا تب بھی وہ بے چین رہے گی اور یہ بے چینی بالاخر تم سے اسے دور کر دے گی۔

۷۔ بلا شبہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اسی میں اسکا حسن بھی ہے۔ یہ ہرگز کوئی نقص نہیں، وہ ایسے ہی اچھی لگتی ہے جس طرح بھنویں گولائی میں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں لہذا اسکے ٹیڑھے پن سے فائدہ اٹھاؤ اور اسکے اس حسن سے لطف اندوز ہو۔ اگر کبھی اسکی کوئی بات ناگوار بھی لگے تو اسکے ساتھ سختی اور تلخی سے اُسکو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ وہ ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹنا بالآخر طلاق تک نوبت لے جائے گا۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ ایسا بھی نہ کرنا کہ اس کی ہر غلط اور بے جا بات مانتے ہی چلے جاؤ ورنہ وہ مغرور ہو جائے گی جو اُسکے اپنے ہی لئے نقصان دہ ہے۔ لہذا معتدل مزاج رہنا اور حکمت سے معاملات کو چلانا۔

۸۔ شوہر کی ناقدری اور ناشکری اکثر عورتوں کی فطرت میں ہوتی ہے اگر ساری عمر بھی اس پر نوازشیں کرتے رہو لیکن کبھی کوئی کمی رہ گئی تو وہ یہی کہے گی۔ تم نے میری کونسی بات سنی آج تک۔ لہذا اس کی اس فطرت سے زیادہ پریشان مت ہونا اور نہ ہی اسکی وجہ سے اس سے محبت میں کمی کرنا۔ یہ ایک چھوٹا سا عیب ہے اس کے اندر، لیکن اس کے مقابلے میں اسکے اندر بے شمار خوبیاں بھی ہیں۔ بس تم اُن پر نظر رکھنا اور اللہ کی بندی سمجھ کر اُس سے محبت کرتے رہنا اور حقوق ادا کرتے رہنا۔

۹۔ ہر عورت پر جسمانی کمزوری کے کچھ ایام آتے ہیں۔ ان ایّام میں اللہ تعالیٰ نے بھی اسکو عبادات میں چھوٹ دی ہے۔ اس کی نمازیں معاف کر دی ہیں اور اسکے روزوں میں اس وقت تک تاخیر کی اجازت دی ہے جب تک وہ دوبارہ صحت یاب نہ ہو جائے، بس ان ایّام میں تم اسکے ساتھ ویسے ہی مہربان رہنا جیسے اللہ تعالیٰ نے اُس پر مہربانی کی ہے۔ جس طرح اللہ نے اس پر سے عبادات ہٹا لیں ویسے ہی تم بھی ان ایّام میں اسکی کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے اسکی ذمہ داریوں میں کمی کر دو، اس کے کام کاج میں مدد کرا دو اور اس کے لئے سہولت پیدا کرو۔

۱۰۔ آخر میں بس یہ یاد رکھو کہ تمہاری بیوی تمہارے پاس ایک قیدی ہے جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرے گا بس اسکے ساتھ انتہائی رحم و کرم کا معاملہ کرنا۔